میمو اسکینڈل کے مختلف کردار اور قادیانی سازشیں

عبداللطیف خالد چیمہ

امریکی افواج کے سابق سربراہ ایڈمرل مائیک ملن کو مبینہ طور پر صدرِ مملکت کا وہ خط جو امریکہ میں سابق پاکستانی سفیر حسین حقانی نے منصور اعجاز تک پہنچایا وہ زبان زدِ خاص وعام ہے اور اس کے اثرات ومضمرات نے حکومتی ڈھانچے کو ہلا کر رکھ دیا ہے، جناب میاں نواز شریف کی جماعت اِس مسئلہ کو سپریم کورٹ میں لے گئی ہے، واقفانِ حال پر حقیقت منکشف ہو چکی ہے اور ہمارے خیال میں میمو اسکینڈل اپنا رنگ بہر صورت دکھا کر رہے گا اِس حوالے سے عسکری قیادت اور عدلیہ نے کسی مصلحت رعائت یا پردہ پوشی سے کام لیا یا پھر مفادات کی سیاست کی بھینٹ چڑھایا گیا تو ''ملکی سلامتی اور قومی مفادات'' کو نا قابل تلافی نقصان ہوگا۔ منصور اعجاز کے قادیانی عقیدے کو بے نقاب کرنے میں کسی ہچکچاہٹ سے کام لینا وطنِ عزیز کے لئے زہر قاتل ہے اور اس کو چھپانا نا قابل معافی جرم! ایوانِ صدر کو قادیانیوں یا قادیانی جماعت پر ''اعتماد'' کرتے ہوئے یہ ذہن میں رکھنا چاہیے تھا کہ قادیانی بھٹو مرحوم کے ہاتھوں غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے ۱۹۷۴ء کے پارلیمنٹ کے فیصلے کے بڑے زخم کو نہیں بھولے پیپلز پارٹی کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے بانی بھٹو مرحوم نے اڈیالہ جیل میں کہا تھا کہ ''قادیانی پاکستان میں وہی حیثیت حاصل کرنا چاہتے ہیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے'' اِس قضیے میں منصور اعجاز کے پارسائی کے دعوے جھوٹ ضرب جھوٹ ہیں اگر وہ اتنے ہی پارسا ہیں، تو اس کا حصہ کیوں بنے یہ سوال اُس وقت تک باقی رہے گا جب تک مصدقہ تفصیلات سامنے نہیں آجاتیں، بات بہت واضح ہے کہ منصور اعجاز کے ذریعے سے ہی امریکہ کو یہ پیغام دیا گیا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں، امریکی صورتحال سے بروقت فائدہ نہ اٹھا سکے یا پاکستانی فوج کے مقابل نہ آسکے جو وجوہ بھی ہوں، وہ میمو اسکینڈل کے بے نقاب ہونے اور پھر اس سے مناسب فائدہ اٹھانے کی ضروری ''تاک'' میں ہیں۔

ہمارے نزدیک منصور اعجاز اور حسین حقانی دونوں کا کردار انتہائی مشکوک بلکہ شرمناک بھی ہے۔ حسین حقانی شروع دن سے امریکی رابطے میں رہے، امریکی جرنیل جیمز جان نے حسین حقانی کی حمائت میں سپریم کورٹ آف پاکستان میں بیان حلفی جمع کرایا، حسین حقانی کو بچانے اور پھنسانے کے کھیل جاری ہیں، تقدیر کے سامنے تدبیر یا تدابیر کام نہیں کرتیں، عالمی سطح پر غیر معمولی سرگرمیاں جاری ہیں، حسین حقانی کتنی اہمیت کے حامل ہیں خود وزیر اعظم نے تسلیم کر لیا ہے، منصور اعجاز بظاہر میمو کو بے نقاب کر کے شاید فوج کو فیور کرنے کا تاثر قائم کرنے کی کوشش میں ہیں دوسری طرف عسکری اداروں کے خلاف الزام تراشیاں کر کے دراصل فوج کو کمزور اور ملکی دفاع کو کمزور تر بنانے کے سہ رُخے ایجنڈے کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہیں۔

منصور اعجاز قادیانی تو حسین حقانی بدترین قادیانی نواز، حسین حقانی جن کی اٹھان مذہبی ماحول اور ماضی کی جولان گاہ

اسلامی جمعیت طلباء اور جماعت اسلامی رہی!.. لیکن وہ اپنی کتاب '' pakistan between mosque and military '' (پاکستان بیٹوین مسجد اینڈ ملٹری) اردو میں یہ کتاب ''فوج اور ملاؤں کے درمیان'' کے نام سے چھپی جس کا ترجمہ شفیق الرحمٰن میاں نے کیا اس کتاب پر ایک اسرائیلی آرگنائزیشن '' Smith Richardson Foundation '' نے حسین حقانی کو ایک لاکھ ڈالر انعام دیا اس کے حوالے کو مؤقر روزنامہ ''جنگ'' لاہور نے ''حسین حقانی کی کتاب کے مندرجات میمو سے مماثل ہیں'' کے عنوان سے شائع کیا ہے جس میں درج ہے کہ ''حسین حقانی نے منصور اعجاز کو مبینہ طور پر جو میمو ڈکٹیٹ کرایا اس میں اُن کی کتاب ''مسجد اور ملٹری کے درمیان پاکستان'' کا عکس جھلکتا ہے اور امریکہ میں سابق سفیر میمو گیٹ کے تنازعے میں پھنسنے کے باوجود اس کتاب کے مندرجات کو فخریہ انداز میں قبول کرتے ہیں، حسین حقانی پاکستان کے ایٹمی پروگرام پر تنقید کرتے رہے ہیں بلکہ انہوں نے قیام پاکستان کو بھی جلد بازی میں رونما ہونے والا ایک واقعہ قرار دیا ہے جس کے مختلف پہلوؤں پر قوم کو غور کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔ مزید برآں حقانی اپنے ایک آرٹیکل میں احمدیوں کو مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ قرار دیتے ہیں اور جب انہوں نے یہودیوں کی وکالت کی تو امریکہ میں تمام مسلمان برادری ان کے خلاف ہوگئی تھی اور اس سے حقانی کے مشن کے بارے میں لوگوں کے ذہنوں میں ابہام پیدا ہوا تھا''۔ (روزنامہ ''جنگ'' لاہور ۶ر دسمبر ۲۰۱۱ء صفحہ نمبر ۱)

بلاشبہ میمو ایک حقیقت ہے اور منصور اعجاز اور حسین حقانی دونوں اِس کے مرکزی مہرے ہیں اور ڈپلومیسی بلکہ ہپوکریسی کے تحت دونوں اپنی ترجیحات کے مطابق اینٹی اسلام، اینٹی پاکستان اور اینٹی فوج کردار کے حامل ہیں دونوں ملک وملت کے خلاف خطرناک حد سے بڑھی ہوئی خوفناک سازشوں میں مصروف ہیں وطن عزیز کے وسیع تر مفادات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے دونوں کرداروں کو ان کے انجام تک پہنچانا ازحد ضروری ہے اور میمو اسکینڈل سے متعلق خفیہ سازشوں اور سازشیوں کو بے نقاب کرنا وقت کی آواز ہے ورنہ پانی سر سے گزر جائے گا! ہم ملک کی مذہبی وسیاسی قیادت اور خصوصاً تحفظِ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والی جماعتوں، اداروں اور شخصیات سے ہاتھ جوڑ کر درخواست کریں گے کہ صورتحال کا حقیقی ادارک کریں اور بغیر کسی مصلحت کے وطن عزیز کی نظریاتی وجغرافیائی سرحدوں کے دشمنوں اور ان کے اصل سرپرستوں کی قوم کو پہچان کرائیں، اس کرنٹ ایشو پر مزید بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہے اور احباب تقاضا بھی کررہے ہیں تاہم سردست ہم صورتحال کی مزید تفہیم کے لئے روزنامہ ''نئی بات'' لاہور میں اِس حوالے سے چھپنے والی ایک رپورٹ من وعن شائع کررہے ہیں:

> ''لاہور (انویسٹی گیشن سیل) میمو کیس کے کردار پاکستانی نژاد امریکی شہری منصور اعجاز کے پیچھے اصل ہاتھ اُس کی والدہ ڈاکٹر لبنیٰ رضیہ کا ہے۔ جسے پرویز مشرف کے دور میں مشیر وزارتِ سائنس وٹیکنالوجی بنانے کی تیاری کرلی گئی تھی۔ ڈاکٹر لبنیٰ رضیہ کا والد اور سسر (منصور اعجاز کا نانا اور دادا) مرزا غلام قادیانی کے ۳۱۳ مقربین میں تھے۔ وہ اپنے شوہر اور منصور اعجاز کے والد کے ساتھ بالواسطہ طور پر اٹامک انرجی کمیشن کے ساتھ منسلک رہ چکی ہے، اسی دوران وہ اور اُس کا شوہر امریکہ چلے گئے جہاں اُنہیں آہستہ آہستہ غیر معمولی اہمیت ملی۔ تو ڈاکٹر لبنیٰ رضیہ نے ۱۴ر نومبر ۱۹۹۵ء کو منصور اعجاز کے اعزاز میں ہونے والی ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ میری اطلاعات کی قوت تھی جس نے امریکی پالیسی سازوں

کے دروازے مجھ پر کھول دیے۔ ذرائع نے ”نئی بات“ کو بتایا کہ منصور اعجاز کے والدین کا براہِ راست قادیانی جماعت اور بالواسطہ اٹامک انرجی کمیشن سے منسلک ہونا ہی امریکہ میں اُن کے لیے غیر معمولی آسانیوں اور ترقی کے اسباب بن گئے۔ اس خاندان کی اہمیت کا امریکی پالیسی سازوں کو جونہی اندازہ ہوا اس کے بعد اس خاندان کے حالات بدلنے لگے۔ حالانکہ اُنہیں امریکہ پہنچ کر غربت اور فاقوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ لیکن بعد میں اس خاندان کے لیے امریکہ میں ہر طرح کے دروازے کھلتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ ”واشنگٹن پوسٹ“ نے اپنی ایک اشاعت میں لکھا کہ منصور اعجاز قابلِ فخر امریکی ہے جس کے والدین نے پاکستان سے جوہری پروگرام کے حوالے سے معلومات فراہم کیں۔ ذرائع کے مطابق چند برسوں میں منصور اعجاز کے خاندان کے بدلنے والے حالات میں ایک اہم وجہ قادیانی جماعت کی اہم شخصیات کے ساتھ قرابت داری تھی۔ ڈاکٹر لبنیٰ کا والد نذیر حسین اور سُسر اسماعیل اعجاز دونوں ۳۱۳ میں شامل تھے۔ جبکہ بالواسطہ طور پر منصور اعجاز پاکستان کے قادیانی وزیرِ خارجہ آنجہانی ظفر اللہ خان کا بھی رشتہ دار ہے۔ ذرائع کے مطابق پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کے اندر تک رسائی میں منصور اعجاز کے والدین، اساتذہ اور پرانے ہم جماعتوں نے ایسی اطلاعات تک پہنچنے میں بہت مدد کی جو بعد میں بہت قیمتی ثابت ہوئیں۔ ذرائع کے مطابق منصور اعجاز اور اس کی والدہ کے سابق وزیرِ اعظم ظفر اللہ جمالی اور سابق صدر سردار فاروق لغاری مرحوم کے ساتھ بھی تعلقات رہے۔ منصور اعجاز نے جون ۱۹۹۵ء میں اس وقت کی وزیرِ اعظم کو خط لکھا کہ ملٹری انٹیلی جنس کا سربراہ علی قلی خان بے نظیر حکومت کے خاتمے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کے بعد منصور اعجاز کو بے نظیر بھٹو سے ملاقات کا موقع ملا جبکہ بے نظیر بھٹو نے علی قلی خان کو اپنا دشمن گرداننا شروع کر دیا۔ ذرائع نے ”نئی بات“ کو بتایا کہ پرویز مشرف کے دور میں بھی اس اہم امریکی قادیانی خاندان کو کافی اہمیت حاصل رہی۔ منصور اعجاز اور اس کی والدہ کی خوب پذیرائی کی گئی۔ اسی دور میں منصور اعجاز نے حزب المجاہدین کے سربراہ سید صلاح الدین کے ساتھ رابطہ کیا۔ کشمیر سے متعلق ذرائع کے مطابق سید صلاح الدین کے ساتھ ملاقات میں بھی اصل کردار منصور اعجاز کی والدہ کا تھا۔ جس سے صاف لگتا تھا کہ منصور اعجاز پیچھے سوچنے سمجھنے والا دماغ اُس کی والدہ لبنیٰ رضیہ ہی تھی۔ مشرف دور میں ہی کو مشیر سرمایہ کاری بنانے کی کوشش ہوئی تاہم حسّاس ادارے آڑے آگئے اور منصور اعجاز حکومتی مشیر نہ بن سکا۔ ذرائع کے مطابق مشرف دور میں ہی منصور اعجاز کی والدہ کو مشیر سائنس وٹیکنالوجی مقرر کرنے کی تجویز کافی آگے بڑھ گئی لیکن ایک مرتبہ پھر پاکستان کے حسّاس ادارے رکاوٹ بن گئے۔ اگر لبنیٰ رضیہ مشرف دور میں مشیر بن جاتی تو NIST اور CIT جیسے ادارے بھی لبنیٰ رضیہ کی تحویل میں دیے جانے کی تجویز تھی۔ اسی طرح اسلام آباد کا پورا سیکٹر ۱۲/آئی بھی پورا سیلیکون سٹی کے حوالے کیے جانے کا ولی فیصلہ کیا جا چکا تھا۔ ذرائع کے مطابق ڈاکٹر لبنیٰ کو مشیر بنانے کی سمری ضبطِ تحریر میں بھی لائی جا چکی تھی تاہم بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ ذرائع نے بتایا کہ قادیانی جماعت کے ساتھ ایسا قریبی تعلق رکھنے کی وجہ سے لبنیٰ رضیہ اپنے بیٹے منصور اعجاز کو ایسے مختلف ایشوز میں کردار ادا کرنے پر مائل رکھتی ہے جو پاکستان میں تنازعات کا ذریعہ بن سکیں اور تقریباً ہر نئی کہانی کے پیچھے اسی لبنیٰ رضیہ کا کردار موجود ہوتا ہے۔“ (روزنامہ ”نئی بات“ لاہور ۲۲/دسمبر ۲۰۱۱ء صفحہ نمبر ۱)

☆☆☆